www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد زبیر تیمی ☆

'سید سلیم شاہ' اور 'اَنور عباسی' کی خدمت میں

حجیت قراءات کا مسئلہ ضروریات دین سے تعلق رکھتا ہے جس کے بارے میں ادنی شک وشبہ کا اظہار بھی انسان سے عقیدہ وایمان کے متصادم ہے۔ رشد قراءات نمبر کی حالیہ اشاعتوں کے بعد اگرچہ اب الحمدللہ علم القراءات ایک جانا پہچانا علم بن چکا ہے، لیکن جن شخصیات نے اس بوٹے کو اپنے لہو سے سینچا ہے ان میں جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کی شخصیت اس اعتبار سے انتہائی نمایاں ہے کہ علم القراءات کی علمی فکر بحثوں کے حوالے سے علماء کرام کے سامنے غالباً پہلی دفعہ آپ نے انتہائی ذمہ داری وتحقیق کے ساتھ حدیث سبعہ احرف کے مفہوم وتعبیر پر اردو زبان میں قلم اٹھایا اور متعدد علمی شخصیات کی آراء کے اختلاف کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی علمی رائے مفتیان واہل علم کے سامنے پیش کی۔ لیکن استخفاف حدیث کا ذہن چونکہ اس قسم کے کام پر کبھی مطمئن نہیں ہوسکتا چنانچہ حضرت کی آراء پر 'ادارہ المورد' کی اشراقی ذہنیت کے حامل دانشور انور عباسی نے اپنی کتاب 'انسانیت ہدایت کی تلاش میں' بھرپور تنقید کی ہے۔ چونکہ سبعہ احرف کے معنی ومفہوم کی تعیین میں حالیہ اشاعتوں میں اتنا کچھ شائع ہو چکا ہے کہ اس کے بارے میں مزید لکھنا تحصیل حاصل ہوگا۔

محترم حافظ محمد زبیر جو کہ جاوید احمد غامدی کے منحرفانہ افکار کے حوالے سے علمی حلقوں میں معروف ہیں، انہوں نے اس تحریر کو قارئین رشد کے لئے خصوصی طور پر لکھا ہے جس میں ادارہ طلوع اسلام کی فکر سے متاثر سکالر سید سلیم شاہ کی ذہنی الجھنوں اور انور عباسی کے بعض اعتراضات کا جائزہ قارئین رشد کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ [ادارہ]

سید سلیم شاہ صاحب فرام آزاد کشمیر کا ایک مضمون 'اَہل رُشد کی خدمت میں' کے عنوان سے 'رُشد' کے سابقہ دو قراءات نمبرز پر ااصفحاتی تبصرہ کی صورت میں موصول ہوا اور یہ مضمون ماہنامہ 'طلوع اِسلام' میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ تبصرہ ونقد اپنی جگہ بجا لیکن جناب کا لب ولہجہ تمسخر، تحقیر اور اِستہزاء پر مبنی ہے۔ اگر کسی اَخباری کالم میں ہم جناب کے تبصرے کا جواب دیتے تو شاید پطرس بخاری اور ابن انشا کی یاد تازہ ہو جاتی لیکن معاملہ کسی کامیڈی ڈرامے یا تھیٹر شو کا نہیں ہے بلکہ ایک دینی وسنجیدہ رسالے کا ہے۔ شاہ صاحب کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ 'مولوی' اپنے اُوپر ہونے والے طنز کا مسکت جواب دینے کی اہلیت واستطاعت رکھتے ہیں اور اردو اَدب کے ستون مولوی ڈپٹی نذیر اَحمد، مولانا عبدالحلیم شرر، مولانا اَبوالکلام آزاد اور بابائے اردو مولوی عبدالحق وغیرہ انہی مولویوں کے ہی پیش رَو ہیں کہ جن کا مذاق اڑانے کی آپ کوشش کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے تہذیب وشائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے علمی بحث کرنی ہے تو ہم اس کیلئے تیار ہیں اور اگر آپ نے نقد وتبصرے کی آڑ میں طنز کرنا ہے تو ہمیں اس کا جواب

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا بھی بفضل اللہ تعالیٰ آتا ہے۔

جناب سید سلیم شاہ صاحب نے اپنے ۱۱ر صفحات پر مشتمل تبصرے میں یہ کوشش کی ہے کہ کسی طرح 'رُشد' کے قلم کاروں میں سے ہر مضمون نگار کا ایک جملہ اپنے تبصرے میں ڈال ہی دیں تا کہ تبصرہ جامع مانع ہو سکے۔ اگر تو انہوں نے اپنے تبصرے کو جامع مانع ہی بنانا تھا تو قراءات اور تفاسیر کی کم از کم ایک ہزار کتابوں کا ایک ایک جملہ بھی اپنے تبصرے میں نقل کر دیتے تا کہ منکرین قراءات کو ۱۴ر صدیوں کی تاریخ قراءات' ہزاروں علماء' فقہاء اور قراء کی علمی تحقیقات پر نقد کا ایک ۱۱ر صفحاتی اِنسائیکلوپیڈیا تو میسر آ جاتا۔

سلیم شاہ صاحب نے اپنے مضمون کی اِبتداء شیخ اَحمد دیدات کے ایک واقعے سے کی ہے۔ اس واقعے کے مطابق اَحمد دیدات نے ایک پادری کو مناظرے کے دوران یہ کہہ کر لاجواب کر دیا کہ تم قرآن کا کوئی ایسا نسخہ دکھاؤ جو دوسرے سے مختلف ہو؟۔ سلیم شاہ صاحب کا کہنا یہ ہے کہ اگر ماہنامہ 'رُشد' کے قراءات نمبرز اس پادری نے پڑھے ہوتے تو اس کو جواب دینا آسان تھا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر سلیم شاہ صاحب کو مختلف ممالک سے شائع شدہ قرآن کے مختلف نسخے دیکھنے کا موقع ملا ہوتا تو انہیں یہ اعتراض پیدا نہ ہوتا۔ سلیم شاہ صاحب اگر سعودی عرب یا بیروت سے شائع شدہ قرآن کے نسخے میں سورۃ روم کی آیت '۵۴' دیکھنے کی زحمت کریں تو اس میں 'ضعف' کا لفظ 'ض' کی فتحہ کے ساتھ تین دفعہ منقول ہوا ہے جبکہ پاکستانی مصاحف میں اسی آیت میں 'ضعف' کا لفظ 'ض' کی ضمہ کے ساتھ مکتوب ہے۔ یہ کوئی طباعت کی غلطی نہیں ہے جو دو چار مصاحف میں ہو بلکہ سعودی عرب اور پاکستان سے شائع شدہ جمیع مصاحف میں ایسا اختلاف موجود ہو گا۔ علاوہ ازیں کیا سلیم شاہ صاحب نے مراکش' موریطانیہ' لیبیا' تیونس' الجزائر اور افریقہ کے شائع شدہ مصاحف دیکھ لیے ہیں؟ جو یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ساری دنیا میں شائع شدہ مصاحف میں سے دو میں بھی زِیر' زَبر کا اختلاف نہیں ہے؟۔ کیا سلیم شاہ صاحب نے قراءاتِ سبعہ عشرہ میں بیروت اور بلادِ عرب سے شائع شدہ مصاحف نہیں دیکھے؟۔ جس چیز کا انسان کو علم نہ ہو اس میں 'بڑ یاں' مارنے کی قرآن نے 'رجماً بالغیب' میں مذمت کی ہے۔

مغرب اقصیٰ میں صدیوں سے مصاحف' ورش کی روایت کے مطابق شائع ہو رہے ہیں جو ہمارے مصاحف سے بہت مختلف ہیں۔ لیکن یہ اختلاف ایسا نہیں ہے کہ اس سے قرآن کے معنی و مفہوم میں تضاد پیدا ہوتا ہو جیسا کہ بائبل میں اختلاف کا معاملہ ہے۔ بائبل اور قرآن کے اختلافات میں ایک بنیادی فرق تو یہ ہے کہ بائبل کا اختلاف صحیح سند سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے۔ اگر وہ صحیح سند سے ان انبیاء تک ثابت ہو جائے تو اس کو ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ ہی یہودیوں اور عیسائیوں پر کوئی اعتراض لازم آتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے ماننے والوں سے یہ کہیں کہ تم تورات اور انجیل کے فلاں فلاں لفظ کو یوں بھی پڑھ لو اور اس طرح پڑھنے میں معانی میں کوئی تضاد بھی پیدا نہ ہوتا ہو تو اس کے ماننے میں مسلمانوں کو کیا مانع لاحق ہو سکتا ہے؟۔ تورات و انجیل کے باہمی اختلافات میں تو مسئلہ یہ ہے کہ سرے سے کوئی سند ہی نہیں ہے۔ جبکہ قرآن میں اختلاف قراءات کے ایک ایک حرف کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک باقاعدہ سینکڑوں اَسناد موجود ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بائبل کا اختلاف تضاد کا اختلاف ہے جبکہ قرآن کی قراءات کا اختلاف تفسیر و بیان کا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ قراءات کے جمیع اختلافات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت حفص میں بھی موجود ہیں۔ ہم جناب سلیم شاہ صاحب سے یہی سوال کرتے ہیں کہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴾ [طه: ٦٥] کہا تھا یا ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴾[الأعراف: ١١٥] سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں یہ دونوں آیات موجود ہیں۔ کیا معاذ اللہ! اللہ کو یاد نہ رہا کہ جادوگروں نے کیا کہا تھا یا محمد ﷺ بھول گئے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان تک کیا پہنچایا تھا۔ اسی طرح یہود نے کیا کہا تھا؟ ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ﴾[بقرہ:٨٠] یا ﴿ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾[آل عمران:٢٤] اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر اپنا عصا مارا تھا تو 'فانفجرت' ہوا تھا یا 'فانبجست' اور یہ دونوں الفاظ آپ کے قرآن میں موجود ہیں۔ دیکھیں آیات ﴿ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ﴾[بقرہ:٦٠] اور ﴿اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ﴾ [الأعراف: ١٦٠] اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا کہا تھا: ﴿ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾[الأعراف:٨٠] یا ﴿ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾[العنکبوت:٢٨] اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں کیا کہا تھا: ﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ﴾ [بقرہ:١٢٦] یا ﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ﴾[ابراھیم:٣٥]۔ دونوں آیات میں 'هذا بلدا' اور 'هذا البلد' کا فرق واضح ہے۔ اس قسم کے سینکڑوں اختلافات شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں جن میں سے بیسیوں کی مثالیں اس شمارے کے ایک مضمون بعنوان 'اَوجہ سبعہ کا روایت حفص میں استقصاء' میں مل جائیں گی۔ سوال تو یہ ہے کہ سلیم شاہ صاحب قرآن میں قراءت کے اس اختلاف کے باوجود بھی اسے اللہ کی کتاب قرار دیتے ہیں۔ کیوں؟

ہوسکتا ہے کہ سلیم شاہ صاحب منطق کی کسی شاخ کا سہارا لے کر قرآن کے ان مقامات کی کوئی تاویل پیش کر دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظی طور پر باہم متعارض ومخالف ہیں اور قراءات کے اختلافات بھی یہی ہیں' اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں بلکہ اس سے کچھ کم ہی ہیں کیونکہ پہلی آیت کی جو مثال ہم نے دی ہے اتنے بڑے اختلافات تو قراءات عشرہ میں بھی نہیں ہیں۔ قراءات کے جتنے اختلافات ہیں' اس سے کچھ زائد ہی روایت حفص یعنی سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں اور مستشرقین انہی اعتراضات کی بنیاد پر قرآن کا انکار کرتے ہیں۔ اب کیا مسلمانوں کو صرف اس بنیاد پر کہ مابین الدفتین قرآن میں اختلاف ہے' اس کا انکار ہی کر دینا چاہیے یا اس کا مسکت جواب دینا چاہیے؟

اگر قراءات پر سینکڑوں اعتراضات ہیں تو قرآن پر ہزاروں موجود ہیں۔ مستشرقین کے ان ہزاروں اعتراضات کے باوجود سلیم شاہ صاحب قرآن کو اللہ کی کتاب کیوں مانتے ہیں۔ اگر اس اُصول کو مان لیا جائے کہ کسی شے پر عقلی' منطقی یا نقلی اعتراض وارد کر دینے سے اس کا وجود اور نسبت ہی مشکوک ہو جاتی ہے تو پھر قرآن تو کیا اسلام بھی اور اسلام تو کیا خدا کا وجود بھی مشکوک ومشتبہ ہے کیونکہ اس پر بھی فلاسفہ کے سینکڑوں اعتراضات موجود ہیں۔ برطانوی مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ نے اپنی کتاب (History of God) کی بنیاد اس اعتراض پر رکھی ہے کہ دنیا میں خدا کے وجود

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ماننے والے مذاہب میں سے دو کا بھی تصورِ خدا ایک جیسا نہیں ہے۔ یہودیوں کا اپنا خدا ہے' عیسائیوں کا اپنا' ہندوؤں اور سکھوں کا اپنا اور مسلمانوں کا اپنا' اور اس پر بھی مستزاد یہ کہ مسلمانوں میں معتزلہ' مجسمہ' ماتریدیہ' اشاعرہ' سلفیہ' شیعہ اور صوفیاء کا تصور خدا بھی ایک نہیں ہے۔ اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خدا ایک ایسی مبہم حقیقت ہے کہ دنیا میں دو افراد بھی کسی ایک خدا پر متفق نہیں ہیں۔ کیا اس بنیاد پر خدا کا ہی انکار کر دیا جائے کہ دنیا کے مذاہب میں بالخصوص اور مسلمانوں میں بالعموم خدا کی ذات وصفات کے بارے اختلاف پایا جاتا ہے۔ اختلاف ثابت کر کے کسی چیز کو اڑانے کا رویہ سیکولرازم اور دہریت نے پیدا کیا ہے ورنہ تو دنیا کی کس چیز میں اختلاف نہیں ہے اور اسی اختلاف میں ہی تو امتحان مقصود ہے۔ اگر کچھ فلاسفہ خدا کے عدم وجود کے دلائل دیں گے اور کچھ متکلمین اس کو ثابت کریں تو کیا ایک عامی کو اس اختلاف کی بنیاد پر خدا ہی کا انکار کر دینا چاہیے۔

بہر حال واقعہ موسیٰ ہی کو قرآن کے مختلف پاروں میں ایک ساتھ دیکھ لیں۔ ایک ہی بات' واقعہ اور حادثہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کے الفاظ مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء اور اشخاص کے اقوال کو بطور حکایت اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے نہ کہ ان کے ایک ایک لفظ کی رعایت رکھی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے مقصود کو سامنے رکھتے ہوئے اسے آگے بیان کر دیتے تھے لہٰذا صحابہ کے اس بیان میں باوجود آپ کے الفاظ کو نقل کرنے کے اہتمام کے' راویاں میں بھی باہمی اختلاف ہو جاتا ہے لیکن منکرین حدیث اس چیز کو احادیث میں اختلاف کے نام پر اِنکار حدیث کی دلیل بنا لیتے ہیں۔

منکرین حدیث جو اعتراضات حدیث پر وارد کرتے ہیں بعینہ وہی تمام اعتراضات مستشرقین بھی قرآن پر وارد کرتے ہیں مثلاً اَحادیث میں عریانی وفحاشی ہے۔ یہی بات مستشرقین نے قرآن کے بارے کہی ہے اور اس کی مثالیں بیان کی ہیں اور سورہ یوسف کو تو معاذ اللہ! داستان عشق تک کہا گیا ہے۔ منکرین احادیث کہتے ہیں کہ اَحادیث میں سائنس کی مخالفت ہے اور یہی بات مستشرقین قرآن کے بارے بھی ثابت کرتے ہیں اور اس کی مثالیں بھی بیان کرتے ہیں کہ قرآن سورہ کہف میں یہ کہتا ہے کہ سورج گدلے پانی کے چشمے میں غروب ہو رہا تھا۔ یہ ہمارا اس وقت کا موضوع نہیں ہے ورنہ ہم ان اعتراضات کا ایک مختصر جائزہ لینے کی کوشش کرتے۔ ہوسکتا ہے سلیم شاہ صاحب قرآن کے دفاع میں ان اعتراضات کا مستشرقین کو کوئی جواب دیں لیکن جب یہی کام محدثین' حدیث کے حوالے سے کریں تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اب تاویلیں شروع کر دی ہیں؟

اَمر واقعہ یہ ہے کہ پہلے سے ایک عقیدہ جہالت کی بنیاد پر ذہنوں میں بچپن سے راسخ ہے کہ قرآن میں زیر' زبر' پیش اور شوشے کا فرق نہیں ہے۔ اب اس عقیدے کے اثبات کے لیے کچھ اُصولوں کی روشنی میں قراءات کا اِنکار کیا جا رہا ہے حالانکہ انہی اصول وضوابط کی روشنی میں قرآن کا انکار بھی لازم آتا ہے لیکن وہاں اَندھا عقیدہ تحقیق کے رستے حائل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن میں ایک ہی واقعہ' حادثہ اور قائل کے قول کو بیان کرنے میں الفاظ کا فرق ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود قرآن میں اختلاف ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر قراءات میں ایسا ہو تو اس بنیاد پر قرآن میں اختلاف ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر سبعہ اَحرف کے معنی ومفہوم کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہو تو یہ روایات نا قابل اعتبار قرار پاتی ہیں لیکن ساری امت اگر حروف مقطعات کے معنی ومفہوم کی تعیین میں ناکام ہو جائے تو پھر بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو بطور قرآن سینے سے لگایا جاتا ہے۔ وعلی هذا القیاس .

منکرین قراءات' چاہے وہ انور عباسی صاحب ہوں یا شاہ صاحب' اکثر و بیشتر کا معاملہ یہ ہے کہ جب بھی وہ انکار قراءات پر کام کریں گے تو ان کے کام کا ۷۰ تا ۹۰ فی صد حصہ سبعہ اَحرف کی روایت پر اعتراضات کے ضمن میں ہوتا ہے کیونکہ اسی ایک پہلو سے وہ قراءات کو مشکوک قرار دے سکتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن اپنے ثبوت کے لیے سبعہ احرف کی روایت کا محتاج نہیں ہے۔ آج روایت حفص اور روایت ورش کو کروڑوں مسلمان پڑھ رہے ہیں۔ ان روایات کے ماہرین ان کی اسناد اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچا رہے ہیں۔ دونوں روایات کے مطابق لاکھوں مصاحف صدیوں سے لکھے جا رہے ہیں اور سالہا سال سے شائع ہو رہے ہیں۔ اب بھی ان روایات کو قرآن ثابت کرنے کے لیے سبعہ اَحرف کی روایت کی کوئی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟۔ قراءات کے ثبوت میں سبعہ اَحرف تو ایک اضافی دلیل ہے اور مانا کہ اس کے معنی ومفہوم میں علماء وقراء کا اختلاف ہے۔ لیکن آپ حضرات بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک اپنے قرآن میں حروف مقطعات کے معنی ومفہوم پر دو بندوں کا اتفاق تو ثابت کر دیں۔ کیا اس بنیاد پر کہ قرآن کی جن آیات کے معنی ومفہوم میں ۱۴/ صدیوں سے علماء ومفسرین میں اتفاق نہ ہو سکا' ان آیات کا ہم اِنکار کر دیں؟ اگر نہیں تو کیا اُصول تحقیق کا یہی تقاضا ہے کہ جب منکرین قراءات کے اُصولوں کی روشنی میں قراءات پر تنقید کرنے کا دعویٰ قائم ہو جائے تو کسی دفاع کی بجائے قراءات کا ہی انکار کر دیا جائے اور اگر انہی منکرین قراءات کے انہی اصولوں کی روشنی میں قرآن مجید پر بھی وہی اعتراضات قائم ہو جائیں جو بعینہٖ قراءات پر قائم ہوتے ہیں تو قرآن کو اس لیے ثابت قرار دیا جائے کہ اس پر ہمارا اندھا اعتقاد (blind faith) ہے۔ اگر مسئلہ اندھے اعتقاد کا ہے تو پھر تو دنیا کا ہر مذہب' چاہے وہ ہندو ہو یا سکھ' حق پر مبنی ہے۔

سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں تین مقامات پر 'ص' کے اوپر چھوٹا سا 'س' بھی لکھا ہوا ہے ۔ ﴿بصطة﴾ [بقرہ:۲۴۷] ﴿المصيطرون﴾ [الطور:۳۷] ﴿بمصيطر﴾ [الغاشية:۲۲] اب یہ لفظ 'ص' کے ساتھ ہے یا 'س' کے ساتھ؟ یہ ہمیں شاہ صاحب بتائیں گے۔ اسی طرح پاکستان میں طبع شدہ مصاحف میں سورہ روم کی آیت ۵۴ میں 'ضُعْف' ضمہ کے ساتھ لکھا ہے، اور کنارے پر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس کو 'ضَعْف' فتحہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ان دونوں میں سے کون سا درست ہے؟ یہ شاہ صاحب طے کریں گے اور پاکستان میں لاکھوں کی تعداد میں چھپنے والے ان مصاحف کی تصحیح کا فریضہ سرانجام دیں گے جن کے بارے وہ یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ اس میں زیر زبر کا فرق نہیں ہے، اور عامۃ الناس کو یہ بھی بتائیں گے کہ پادری صاحب کو قرآن میں اختلاف دکھانے کے لیے دو نسخوں میں اختلاف دکھانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ پاکستان میں شائع شدہ لاکھوں مصاحف میں ایک ہی نسخے میں ما بین الدفتین بھی بہت سے اختلافات دکھائے جا سکتے ہیں۔

سلیم شاہ صاحب ہماری یہ بھی رہنمائی فرمائیں کہ وہ قرآن کے لفظ ﴿مجرٖها﴾ [ھود:۴۱] کو کیسے پڑھیں گے۔ اگر تو وہ اس لفظ کو پڑھتے وقت اس میں امالہ کرتے ہیں یعنی اس کو 'مجرے ھا' پڑھتے ہیں تو یہ رسم یعنی لکھے ہوئے کے خلاف ہے کیونکہ شائع شدہ مصاحف میں اس لفظ میں 'راء' کے نیچے کھڑی زیر ہے اور طبع شدہ لفظ کے مطابق اس کی قراءت 'مجری ھا' بنتی ہے۔ اگر تو شاہ صاحب اسے لکھے ہوئے کے مطابق 'مجری ھا' پڑھتے ہیں تو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں وہ پہلے شخص ہوں گے جو قرآن کے اس لفظ کو یوں پڑھنے کا شرف حاصل کر رہے ہوں گے۔ اس نکتے میں ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ لکھے ہوئے قرآن کو پڑھنے میں بھی عوام الناس قراء کے محتاج ہیں۔ قرآن کی حفاظت کتابت سے نہیں ہوئی بلکہ نقل سے ہوئی ہے۔ کتابت تو اس کی حفاظت کا ایک اضافی ذریعہ ہے۔ ہمارے معاشرے کا ۹۹ر فی صد طبقہ ایسا ہے جو آج بھی مسجد کے قاری صاحب سے قرآن حاصل کر رہا ہے نہ کہ براہ راست قرآن سے سیکھ رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اصل قرآن قراء ہی سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ عامۃ الناس سے' اور عامۃ الناس قرآن کے حصول میں قراء کے تابع ہیں۔

الحمدللہ! آج کسی بھی بریلوی' دیوبندی' اہل حدیث' حنفی' مالکی' شافعی یا حنبلی کو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا ہے کہ روایت حفص کے علاوہ بھی قرآن ہے یا نہیں؟ اگر انہیں یہ سوال پیدا ہو بھی جائے تو وہ اپنے علماء اور قراء پر اس مسئلے میں اعتبار کرتے ہیں اور وہ تمنا عمادی صاحب سے پوچھنے نہیں جاتے کہ یہ قرآن ہے یا نہیں۔ اس طرح بیس روایات کے قرآن ہونے پر امت کا اتفاق حاصل ہو جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے اختلاف کہ جن کی تعداد و رائے کو امت کے اتفاق کے بالمقابل کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔ آج اللہ کے فضل سے مرکز اسلام' مسجد نبوی اور دنیا کی کئی ایک بڑی اور معروف مساجد میں بھی نماز میں متنوع قراءات میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔

ہم جناب سلیم شاہ صاحب کی حوصلہ اَفزائی کے لیے ان کی تحقیقات کے کچھ نمونے قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہیں گے تاکہ جوان کا میدان نہیں' اس میں وہ آئندہ بھی علم کے موتی بکھیرتے ہوئے اہل علم سے داد تحقیق وصول کرتے رہیں۔ ہم نے جناب غامدی صاحب پر تنقید کے دوران اپنے ایک مضمون میں یہ لکھا تھا کہ اُنہوں نے لفظ 'قراءت' کو 'قرأت' لکھا ہے جو عربی زبان کے اعتبار سے غلط ہے۔ جناب شاہ صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم قاری (صفدر) صاحب اور حافظ (زبیر) صاحب کی بات مان لیتے ہیں۔ لیکن کیا وہ اس کی وضاحت کریں گے کہ اصل لفظ اگر بڑی تاء سے قراءت ہے تو چھوٹی تاء سے 'قراءۃ' کیونکر درست ہوگا؟ (جس طرح کلمہ التابوت اور التابوۃ دونوں طرح درست نہیں ہے) پھر رشد حصہ دوم میں مولانا مبشر احمد ربانی نے (ص ۵۴)' قاری صہیب میر محمدی صاحب نے (ص ۶۰۔۷۵)' قاری صہیب احمد صاحب نے (ص ۳۹۴ تا ۳۹۷) اور بڑے حافظ صاحب یعنی حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب نے (ص ۶۷۷) یہ لفظ چھوٹی تاء سے 'قراءۃ' کیوں لکھا؟ شاید آپ منطق کی کسی شاخ کو کھینچ تان کر اسے بھی درست قرار دیں' حالانکہ آپ کے نزدیک درست لفظ ایک ہی ہے، آپ کی مزید اطلاع کے لیے عرض ہے کہ علمی اردو لغت (وارث سرہندی) میں تین جگہوں پر' شان الحق صاحب کی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری اور فیروز سنز کی اردو انگلش ڈکشنری میں یہ لفظ قرأت ہی لکھا ہے نہ کہ قراءت۔ ان سب کو بھی جانے دیں لیکن اس کی کیا توجیہ ہوگی کہ آپ کے لیے مکمل سند رکھنے والے شیخ المشائخ إمام القراء أبو محمد محي الإسلام عثماني پانی پتی نور اللہ مرقدہ کی کتاب شرح قرا آت ص ا حصہ اول کے ص ۲۹ پر تین جگہوں پر لفظ قراءت کو 'قرائت' لکھتے ہیں جو بالکل مختلف ہے اور باقی جگہوں پر چھوٹی تا 'ۃ' سے، غالباً یہاں آپ کتابت کی غلطی قرار دیں۔ چونکہ بقول عطاء الحق قاسمی کج بحثی کا اپنا ہی مزہ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم خاموش ہو جائیں گے۔ کتاب کا ٹائٹل ہی آپ لوگوں کے نزدیک غلط ہوگا۔ کیونکہ آپ تو قراءت جمع 'قراءات' ہی کو درست مانتے ہیں۔ قرا آت کس طرح درست ہو سکتا ہے۔''

[اہل رشد کی خدمت میں: ۱۰]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے نزدیک دنیا کا مشکل ترین کام کسی ایسے جاہل کو سمجھانا ہے جسے علم و تحقیق کا شوق چڑھ گیا ہو۔ شاہ صاحب کو ہم کیسے سمجھائیں کہ لفظ 'قراءت' اور 'قراءۃ' دونوں طرح درست ہے۔ چلیں! قرآن سے سمجھتے ہیں۔ قرآن نے لفظ 'نعمت' اور 'نعمة' دونوں طرح استعمال کیا ہے۔ سورۃ بقرۃ آیت ۲۳۱ میں یہ لفظ 'نعمت' لمبی تاء کے ساتھ اور سورۃ ضحیٰ آیت ۱۱ میں یہ لفظ 'نعمة' گول تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ سورۃ بقرۃ ۲۱۸ آیت میں لفظ 'رحمت' لمبی تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے جبکہ سورۃ الأحقاف آیت ۱۲ میں یہ لفظ 'رحمة' گول تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اس طرح کے قرآن میں بیسیوں مقامات ہیں جن میں کسی جگہ ایک ہی کلمے کا رسم الخط لمبی تاء کے ساتھ اور دوسری جگہ گول تاء کے ساتھ ہے۔

سلیم شاہ صاحب کو جو یہ غلط فہمی لگی کہ 'التابوت' اور 'التابوة' میں کون سا درست ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لغت عرب میں دونوں درست ہیں لیکن قرآن میں ان میں سے ایک کا لکھا جانا تھا اور قریش اس کو لمبی تاء سے لکھتے تھے لہٰذا قرآن میں لمبی تاء سے لکھا گیا۔ محسوس ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے تیز گام کی رفتار سے دونوں رسالوں کا مطالعہ فرمایا ہے۔ ان کے تبصرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوران مطالعہ کئی مقامات پر نفس مضمون کی باریکی تک نہ پہنچ سکے۔ اور کسی مضمون نگار کی عبارتوں کا جو سرسری مفہوم ان کے دل و دماغ میں سما گیا بس اس کی بنیاد پر انہوں نے تنقید کی بنیادیں کھڑی کرنا شروع دیں۔ 'رُشد' کے کسی بھی مضمون میں یہ بات موجود نہیں ہے کہ عربی زبان میں 'التابوت' اور 'التابوة' میں سے ایک ہی درست ہے۔

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ جناب سلیم شاہ صاحب نے لفظ 'قرأت' کو درست ثابت کرنے کے لیے اردو اور انگلش ڈکشنریوں کے حوالے دینا شروع کر دیے۔ 'قرأت' تو عربی لفظ ہے' چاہیے تو یہ تھا کہ محقق صاحب اس لفظ کی تحقیق میں کسی عربی ڈکشنری کا حوالہ دیتے لیکن سلیم شاہ صاحب جیسے محقق اگر فارسی اور پشتو کی کسی ڈکشنری کا بھی حوالہ دے دیتے تو ہمیں حیرت نہ ہوتی کیونکہ فی زمانہ محققین کی ایک جماعت کے ہاں 'چولیاں' تحقیق کا بنیادی تقاضا شمار ہوتی ہیں اور بقول حافظ محمد زبیر 'چولیاں مارنے میں بھی اپنا ہی مزہ ہے'۔ سلیم شاہ صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ عربی زبان میں لفظ 'قراءت' اور 'قرأت' میں فرق ہے۔ پہلا لفظ قرأ یقرأ سے مصدر ہے جس کا معنی 'پڑھنے' ہیں جبکہ دوسرے لفظ کا تلفظ 'قِرْأَة' کیا جاتا ہے اور امام لغت امام اصمعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۶ھ) کے نزدیک لفظ 'قِرْأَة' وباء کے معنی میں ہے اور اس کو بعض حضرات لمبی تاء کے ساتھ 'قِرْأَت' بھی لکھتے ہیں۔ اسی طرح یہ لفظ یعنی 'قرأت' واحد مونث غائب کا صیغہ بھی بن سکتا ہے اس معنی میں کہ وہ عورت حیض والی ہوئی۔ اسی طرح اگر اس لفظ کو آخر میں گول تاء کے ساتھ لکھیں یعنی 'قرأة' تو یہ 'کفرة' کے وزن پر قاری کی جمع ہوگی۔ [لسان العرب: ۱۳۲/۱' تهذيب اللغة: ۲۶۳/۳]

سلیم شاہ صاحب یہ کوئی پشتو نہیں ہے' عربی زبان ہے جہاں زیر' زبر سے معنی میں زمین و آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے اور یہ تو ایک الف کا حذف ہے۔ اور ایک الف ہی کے حذف سے تثنیہ کا صیغہ واحد کا بن جاتا ہے اور آپ اب بھی فرماتے ہیں کہ غامدی صاحب نے اگر ایسے لکھ ہی دیا ہے تو فرق کیا پڑتا ہے۔

سلیم شاہ صاحب نے خواہ مخواہ لفظ 'قراءت' اور 'قرائت' میں بھی فرق کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان دونوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ کا معنی ایک ہی بنتا ہے سوائے اس فرق کہ پہلے لفظ میں ہمزہ کرسی کے بغیر ہے اور دوسرے لفظ میں ہمزہ کو یاء کی کرسی دی گئی ہے۔ کتابت کے ایسے اختلافات تو سلیم شاہ صاحب کے قرآن کے ہر دوسرے نسخے میں موجود ہیں۔ کبھی انہیں سعودی عرب اور پاکستان کے شائع شدہ مصاحف کا تقابلی مطالعہ کرنے کی فرصت ملے تو انہیں اپنے اس عقیدے کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ قرآن کے دونسخوں میں شوشے کا بھی فرق نہیں ہے۔ اس اختلاف کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ پاکستان کے طبع شدہ مصاحف میں کئی ایک مقامات پر رسم عثمانی کے مطابق کتابت نہیں پائی جاتی جبکہ سعودی مصاحف خاص طور پر مصحف مدینہ رسم عثمانی کے مطابق ہے اور ایک محقق شدہ نسخہ ہے۔ سلیم شاہ صاحب یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ بعض الفاظ میں رسم کے اختلاف سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ بعض الفاظ میں رسم کی تبدیلی سے معنی بھی تبدیل ہو جاتا ہے اور شاہ صاحب جس لفظ کی بات کر رہے ہیں یعنی 'قرأت' اس میں رسم کی تبدیلی سے معنی بھی تبدیل ہو جاتا ہے اور اس کا معنی 'قراءت' کی طرح پڑھنا نہیں ہے بلکہ حیض یا وباء کا مفہوم اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح سلیم شاہ صاحب نے لفظ 'قراءات' اور 'قرآت' میں بھی فرق کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ الف کے بعد اگر ہمزہ ہو تو اس کو 'آ' بھی لکھ سکتے ہیں اور اس سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کبھی کبھار تو اس قسم کے بے تکے اعتراضات پر مبنی مضامین کا جواب دیتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ فضول میں وقت ضائع کر رہے ہیں لیکن پھر یہ سوچ ذہن میں آتی ہے کہ کوئی سادہ مسلمان ان نام نہاد محققین کی تحقیق سے بھٹک نہ جائے تو دل کو کچھ تسلی ہوتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہمارے مضمون کی وجہ سے بھٹکنے سے بچ گیا تو شاید ہمارا وقت بھی قیمتی بن جائے۔

آئیں! ہم قراءات کے مسئلہ کو ایک اور پہلو سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم جناب اُنور عباسی اور سید سلیم شاہ صاحب سے یہ پوچھتے ہیں کہ جو قرآن ان کے پاس ہے' ان کے نزدیک اس کے قرآن ہونے کی دلیل کیا ہے؟۔ یعنی انہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ وہی قرآن ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کو دیا گیا تھا اور اس میں تحریف نہیں ہوئی۔ پس جو معیار وہ اپنے قرآن کے لیے بتائیں گے' اسی معیار پر قراءات کو بھی پرکھ لیں۔ اگر تو ہم اس قرآن (جسے قراء روایت حفص کہتے ہیں) کو اس لیے مانتے ہیں کہ پوری اُمت اس قرآن کو مانتی ہے تو یہ بات درست نہیں ہے۔ مغرب اقصی اور افریقہ کے سینکڑوں شہر اور کروڑوں کی آبادی ایسی ہے جو ہمارے قرآن (روایت حفص) سے نا آشنا ہے اور اگر وہاں سلیم شاہ صاحب یا انور عباسی صاحب عوامی مقامات (public place) پر اپنے قرآن کی تلاوت کریں گے تو عوام الناس مرنے مارنے پر تل آئیں گے کیونکہ وہ قراءات کے اختلافات سے واقف نہیں ہیں۔ ہاں! ان ممالک کے علماء ان اختلافات سے واقف بھی ہیں اور ان کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت بھی دیتے ہیں۔ پس قرآن درحقیقت وہ ہے جس پر علماء' فقہاء اور قراء کے طبقے کا اتفاق ہو کہ یہ قرآن ہے اور جمیع فقہائے مالکیہ' شافعیہ' حنفیہ' حنابلہ' اہل الحدیث اور اہل الظاہر قراءات کے اختلافات کے قائل ہیں۔ جہاں تک شاہ صاحب کے قرآن (روایت حفص) کا معاملہ ہے تو امت مسلمہ کے عامۃ الناس کا اس کے قرآن ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ مشرق میں روایت حفص کو قرآن سمجھا جاتا ہے تو مغرب اقصی اور افریقہ میں روایت ورش کو اور کچھ ممالک میں روایت دوری کو قرآن سمجھا جاتا ہے۔ اور انہی روایات کے مطابق متعلقہ ممالک میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصاحف چھپتے ہیں' لوگ نمازیں پڑھتے ہیں اور انہی رِوایات کو ان کے بچے حفظ بھی کرتے ہیں۔

اَنور عباسی صاحب کی خدمت میں چند گزارشات

جناب اَنور عباسی صاحب نے بھی اپنے مضمون میں سارا زور سبعہ اَحرف کے معنی ومفہوم کے تعین میں اختلاف ثابت کرنے میں لگا دیا ہے کہ جس کی چنداں ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس کے معنی ومفہوم میں اختلاف ہے' یہ بات تو سب کو معلوم ہے جس طرح ہر کسی کو یہ بھی معلوم ہے کہ قرآن کے معنی ومفہوم کے تعین میں علماء کا اختلاف ہر دور میں رہا ہے اور رہے گا۔ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک مفسرین کے اختلاف کے باوجود کوئی بھی مسلمان تفسیر کے اس اختلاف کو بنیاد بنا کر قرآن کا اِنکار نہیں کرتا۔ ہاں! مستشرقین مسلمانوں کو قرآن کی ہر تیسری آیت کے معنی ومفہوم میں اختلاف کا طعنہ ضرور دیتے ہیں۔ ایک جرمن مستشرق ڈاکٹر پیون کہ جس نے ۱۳ سال یمن کے قدیم مصاحف پر تحقیقی کام کیا ہے' قرآن کی عربی کے بارے کہتا ہے:

" The Qur'an claims for itself that it is 'mubeen,' or clear, but if you look at it, you will notice that every fifth sentence or so simply doesn't make sense. Many Muslims will tell you otherwise, of course, but the fact is that a fifth of the Qur'anic text is just incomprehensible. This is what has caused the traditional anxiety regarding translation. If the Qur'an is not comprehensible, if it can't even be understood in Arabic, then it's not translatable into any language. That is why Muslims are afraid. Since the Qur'an claims repeatedly to be clear but is not-there is an obvious and serious contradiction. Something else must be going on."

(Retrieved from "http://en.wikipedia.org/wiki/Gerd_R._Puin)

جہاں تک ہم نے غور کیا ہے جناب اَنور عباسی کی قراءات کے بارے تحقیق کو تحقیق کہنا ہم تحقیق کی توہین سمجھتے ہیں کیونکہ درحقیقت یہ دو چار افراد کی تحقیق کا خلاصہ ہے جو انہوں نے نقل کر دیا۔ اپنے طے شدہ تحقیقی نتائج کے حصول کے لیے دو افراد جناب جاوید احمد غامدی اور شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق سے انہوں نے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ جناب غامدی صاحب کے نظریہ قراءات کا مفصل جواب ہم ماہنامہ رُشد' جون ۲۰۰۹ء کے دو مضامین میں نقل کر چکے ہیں' اَنور عباسی صاحب ان کی طرف رجوع فرمالیں۔ جہاں تک انور عباسی صاحب کے دوسرے مصدر و مأخذ کا تعلق ہے یعنی محترم شہزاد سلیم صاحب تو ان کی تحقیق کے نمونوں میں سے ایک نمونہ بھی پیش خدمت ہے۔

جناب اَنور عباسی صاحب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ والی روایت کہ جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع قراءات قرار دیا گیا' کو من گھڑت سمجھتے ہیں اور اس کی دلیل ان کے پاس جناب شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق ہے۔ انور عباسی صاحب' شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق کا خلاصہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

① یہ روایت غرب ہے۔ اس کی ابتدائی دو کڑیاں صرف ایک ایک روای سے جڑی ہوئی ہیں۔ اسے صرف انس بن مالک روایت کرتے ہیں اور ان سے صرف ابن شہاب زہری نے روایت کی ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ تقریباً نصف صدی تک صرف چند اشخاص ہی کو اس روایت کا علم تھا۔

② اس روایت کا کوئی متن بھی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی متنازع شخصیت کے بغیر نہیں ہے۔ ان کی موجودگی ہی اس روایت کو مشکوک بنائے دے رہی ہے۔

③ اس روایت کو اور زیادہ مشکوک اس حقیقت نے بنا دیا ہے کہ ابراہیم بن سعد ہی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے روایت کر رہے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ان کی آپس میں ملاقات ہوئی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عمر زہری کی وفات کے وقت بمشکل سولہ سال تھی اور زہری ایلہ کے مقام پر رہتے تھے جبکہ ابراہیم بن سعد کی رہائش مدینہ میں تھی۔

④ ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد تک لاکھوں کی تعداد میں قرآن اسلامی مملکت میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کی موجودگی میں اختلاف قراءت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا جیسا کہ اس روایت میں بتایا گیا ہے۔ اس میں پریشانی والی کوئی بات ہی نہیں تھی۔

⑤ اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا ہوا تھا تو اس کا ایک آسان اور سیدھا حل یہی ہوسکتا تھا کہ اس جگہ قرآن کے نسخے بھیج دیے جاتے۔

⑥ یہ حقیقت تو ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو' جو خود بھی قریش نہیں تھے' کہا کہ اس قرآن کو قریش کی زبان میں لکھنا۔ اگر یہ قرآن' اسی نسخہ سے نقل کیا جانا تھا جو پہلے سے موجود تھا تو فرق یا اختلاف پیدا ہی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ وہ تو لکھا ہی قریش کی زبان میں گیا تھا جو خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی نے لکھا تھا اور پھر کوئی کمیٹی بنانے کی ضرورت کس طرح پیش آ گئی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تصحیح کی جا سکے کیونکہ اصل نسخہ بھی تو ان ہی کا لکھا ہوا تھا اور اب تو وہ محض اس کی صرف نقل کر رہے تھے! یہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کی روایت قبول نہیں کر سکتے۔'' [انسانیت ہدایت کی تلاش میں: ۲۸۵، ۲۸۷]

اس تبصرے کی بنیاد ۶ نکات ہیں۔ ہم ترتیب وار ان نکات کا جواب نقل کر رہے ہیں:

❶ جناب انور عباسی صاحب نے اس لفظ کو 'غرب' لکھا ہے حالانکہ اصل اصطلاح 'غریب' کی ہے۔ شہزاد سلیم صاحب نے اپنے انگریزی مضمون میں یہ اصطلاح صحیح نقل کی ہے لیکن شاید انور عباسی صاحب انگریزی سے ترجمہ کرتے ہوئے اس کا صحیح تلفظ محفوظ نہ کر سکے۔ جب کسی محقق صاحب کے دین کے مصادر و مآخذ کی انتہاء اردو اور انگریزی کتابیں اور انسائیکلو پیڈیاز ہوں تو اس قسم کی چھوٹی موٹی غلطیاں تو ہو ہی جاتی ہیں۔ اگر کسی صاحب علم سے یہ لفظ یوں نقل ہوا ہوتا تو ہم ضرور اسے طباعت کی غلطی پر محمول کرتے لیکن اصول حدیث کی الف باء سے ناواقف شخص کے بارے طباعت کی غلطی کی تاویل کرنے سے ہماری طبیعت اباء کرتی ہے۔ جناب شہزاد سلیم صاحب کا یہ مضمون المورد کے انگریزی رسالہ 'Rennaisance' کے فروری ۲۰۰۰ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ شہزاد سلیم صاحب نے اپنے اس مضمون میں 'غریب' حدیث کو 'weak report' یعنی ضعیف روایت کہا ہے۔ اگر کسی مدرسے یا دارالعلوم کے شیخ الحدیث کے سامنے یہ علمی نکتہ رکھا جائے تو بجائے کسی تبصرہ کرنے کے ایسے محقق پر اس کی ہنسی نہ رکے۔ 'غریب' روایت کا صحت وضعف کے ساتھ کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔ محدثین ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے جب حدیث کی قسمیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے ہیں تو پھر خبر متواتر' خبر واحد' مشہور' عزیز اور غریب کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں اور جب بات کسی حدیث کی قبولیت و عدم قبولیت کی ہوتی ہے تو پھر صحیح لذاتہ' صحیح لغیرہ' حسن لذاتہ' حسن لغیرہ' ضعیف' معلول' شاذ' مضطرب' مرسل' منقطع' معلق' معضل' منکر اور موضوع وغیرہ جیسی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔

اس روایت کے 'غریب' ہونے کی وجہ جناب شہزاد سلیم صاحب کی یہ نادر تحقیق ہے کہ اس کی ابتدائی دو کڑیاں یعنی ابن شہاب زہری اور انس بن مالک صرف ایک ایک روای سے جڑی ہوئی ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ تو صحابی ہیں اور ابن شہاب' حدیث کے امام ہیں لہٰذا اگر یہ روایت غریب بھی ہو تو متعلقہ افراد کی جلالت علمی کی وجہ سے اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

جہاں تک اس بات کا معاملہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کا دعویٰ پہلے پچاس سالوں میں صرف انہی دو اشخاص نے کیا ہے تو یہ قطعاً درست نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کی بیسیوں روایات موجود ہیں کہ جن میں پہلی دو کڑیوں میں ان دو اشخاص کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ ہمارا مقصود یہاں ان رِوایات کا احصاء کرنا نہیں ہے لیکن نمونے کے طور پر ہم دو روایات مع اسناد بیان کر دیتے ہیں تا کہ شہزاد سلیم صاحب اور ان کے خوشہ چیں جناب اَنور عباسی صاحب کے علم میں اضافہ ہو سکے۔

"أخبرنا أبو عبد الله الحافظ وأبو سعيد بن أبي عمرو قالا: حدثنا أبو العباس: محمد بن يعقوب حدثنا أحمد بن عبد الحميد الحارثي حدثنا الحسين يعني ابن علي الجعفي عن محمد بن أبان وهو زوج أخت حسين عن علقمة بن مرثد عن العيزار بن جرول عن سويد ابن غفلة عن علي قال: اختلف الناس في القرآن على عهد عثمان قال: فجعل الرجل يقول للرجل: قراءتي خير من قراءتك قال: فبلغ ذلك عثمان فجمعنا أصحاب رسول الله ﷺ فقال: إن الناس قد اختلفوا اليوم في القراءة وأنتم بين ظهرانيهم فقد رأيت إن أجمعهم على قراءة واحدة. قال: فأجمع، رأينا مع رأيه على ذلك. قال: وقال علي: "لو وليت مثل الذي ولي، لصنعت مثل الذي صنع."

[السنن الكبرى للبيهقي' كتاب الصلاة' باب الدليل على أن ما جمعته مصاحف الصحابة =؛ الشريعة للآجري' كتاب الإيمان و الصلاة بأن الجنة والنار مخلوقتان' باب ذكر اتباع علي بن أبي طالب ÷]

اس روایت میں نہ تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں اور نہ ہی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

"حدثنا عبد الله قال: حدثني عمي قال: حدثنا أبو رجاء قال: أخبرنا إسرائيل عن أبي إسحاق عن مصعب بن سعيد قال: قام عثمان فخطب الناس فقال: أيها الناس عهدكم بنبيكم منذ ثلاث عشرة وأنتم تمترون في القرآن وتقولون قراءة أبي و قراءة عبد الله. يقول الرجل: وا! ما تقيم قراءتك فأعزم على كل رجل منكم ما كان معه من كتاب الله شيء لما جاء به، وكان الرجل يجيء بالورقة والأديم فيه القرآن حتى جمع من ذلك كثرة، ثم دخل عثمان فدعاهم رجلا رجلا، فناشدهم لسمعت رسول الله ﷺ وهو أملاه عليك؟ فيقول: نعم، فلما فرغ من ذلك عثمان قال: من أكتب الناس؟ قالوا: كاتب رسول الله ﷺ زيد بن ثابت قال: فأي الناس أعرب؟ قالوا: سعيد بن العاص قال عثمان: فليمل سعيد واليكتب زيد، فكتب زيد وكتب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصاحف ففرقها في الناس فمسعت بعض أصحاب محمد يقول: قد أحسن .
[كتاب المصاحف' باب جمع عثمان ، كنز العمال۲/۵۸۴]

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے علاوہ ابو قلابہ بصری (متوفی ۱۰۴ھ) نے بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کو نقل کیا ہے۔

[مشكل الآثار للطحاوي' باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله ﷺ ؛ المقنع في رسم مصاحف الأمصار' باب ذكر من جمع القرآن في الصحف أولا ومن أدخله بين اللوحين]

❷ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس روایت کا کوئی بھی متن ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی متنازع شخصیت کے بغیر موجود نہیں ہے۔ ہم اس دعویٰ کے رد میں اوپر دو ایسی احادیث نقل کر چکے ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کو بیان کر رہی ہیں اور ان کی سند میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ موجود نہیں ہیں۔ امام الحدیث ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کو متنازع شخصیت ثابت کرنے کا اعتراض درحقیقت سلیم شہزاد صاحب کے استاذ جناب غامدی صاحب کا ہے اور جناب غامدی صاحب نے اپنے ایک من گھڑت فلسفے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی شخصیت کو متنازع بنانے کی کوشش کی ہے جس کا مفصل جواب ہم ماہنامہ 'رُشد' جون ۲۰۰۹ء میں نقل کر چکے ہیں۔ انور عباسی صاحب اس کی طرف رجوع فرمالیں۔

❸ اس روایت پر ایک اعتراض یہ فرمایا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے ملاقات ممکن نہیں ہے کیونکہ ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ مدینہ میں رہتے تھے اور امام زہری رحمہ اللہ 'ایلۃ' کے مقام پر' علاوہ ازیں ابن شہاب رحمہ اللہ کی وفات کے وقت ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی عمر ۱۶ سال تھی۔

جناب محقق شہزاد سلیم صاحب نے اس کہانی کو ثابت کرنے کے لیے ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب 'تہذیب التہذیب' کی طرف اِشارہ کر دیا لیکن انہیں ابن حجر رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرنے کی توفیق نہ ہوئی کیونکہ ابن حجر رحمہ اللہ کا موقف ان کی اس کہانی کے بالکل برعکس ہے۔ جناب شہزاد سلیم صاحب جس کتاب کے متفرق بیانات کو جوڑ کر ایک کہانی وضع کر رہے ہیں' اسی کتاب کے مصنف کی یہ رائے ہے کہ ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے ملاقات ثابت ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے سماعت کی صراحت کی ہے۔ [تهذيب التهذيب :۹/۳۹۶] ابن حجر رحمہ اللہ تو کیا جمیع محدثین نے اس سماعت کی صراحت کی ہے سوائے جناب شہزاد سلیم صاحب اور ان کے خوشہ چیں محقق جناب انور عباسی صاحب کے۔ ابن عدی رحمہ اللہ کا قول ہے:

"وقال ابن عدي... وله أحاديث صالحة مستقيمة عن الزهري وغيره" [تهذيب التهذيب:۱/۱۰۷]

"وسئل أبو زكريا أيهم أحب إليك في الزهري إبراهيم بن سعد أو ابن أبي ذئب فقال إبراهيم: أحب إلي من أبي ذئب في الزهري" [سير أعلام النبلاء:۸/۳۰۶' مؤسسة الرسالة]

"قال عباس الدوري قلت ليحى بن معين: إبراهيم بن سعد أحب إليك في الزهري أو ليث ابن سعد؟ فقال: كلاهما ثقتان ." [تهذيب الكمال :۲/۹۱]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے سماعت کی تصدیق کی ہے۔ [سير أعلام النبلاء:۸/۳۰۵] جناب شہزاد سلیم صاحب دعوے تو ایسے کر رہے ہیں جیسے امام ذہبی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاگرد رہ چکے ہیں۔ شہزاد سلیم اور ان کی اندھی تقلید کرنے والے محقق جناب انور عباسی صاحب ابن عیینہ رحمہ اللہ (۱۰۷۔۱۹۸ھ) کے اس قول پر غور کریں:

"وقال ابن عيينة كنت عند ابن شهاب فجاء ابراهيم بن سعد فرفعه وأكرمه."

[تهذيب التهذيب:۱۰۶/۱]

ابن عیینہ رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ اور ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی اور جناب شہزاد سلیم صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی ملاقات آپس میں ناممکن ہے۔ فی زمانہ کسی صاحب کا ایسا دعویٰ معروف محدث ابن عیینہ رحمہ اللہ کے مقابلے میں قابل قبول ہوسکتا ہے لیکن صرف اس صورت جبکہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ وہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے پرسنل سیکرٹری رہ چکے ہیں اور ان کی تمام ملاقاتوں کی ڈائری بھی لکھتے تھے۔

شہزاد سلیم صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن شہاب زہری 'ایلۃ' نامی مقام پر رہتے تھے۔ امام نووی رحمہ اللہ کے بقول ابن شہاب زہری رحمہ اللہ شروع میں شام میں مقام 'ایلۃ' کے رہائشی تھے۔ [تهذيب الأسماء: ۱۲۳' المكتبة الشاملة' الإصدار الثالث] اس کے بعد ان کا اکثر و بیشتر وقت مدینہ میں گزرا ہے' اسی لیے وہ مدنی کے لقب سے مشہور ہوئے لیکن علم کی تحصیل کے لیے دوسرے شہروں کے سفر بھی کرتے تھے۔ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے ۱۲۴ھ میں وہ اپنے رشتہ داروں کے ہاں 'شغب و بدا' کی دو وادیوں کے پیچھے ایک مقام 'ادامی' یا 'ادم' پر منتقل ہو گئے تھے۔ معروف مؤرخ ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

"قال محمد بن عمر: ولد الزهري سنة ثمان وخمسين في آخر خلافة معاوية بن أبي سفيان وهي السنة التي ماتت فيها عائشة زوج النبي ﷺ وكان الزهري قد قدم في سنة أربع وعشرين مائة إلى أمواله بثلية بشغب وبدا فأقام فمرض هناك فمات فأوصى أن يدفن على قارعة الطريق ومات لسبع عشرة ليلة من شهر رمضان سنة أربع وعشرين ومائة وهو ابن خمس وسبعين سنة." [الطبقات الكبرى:۱۸۵/۱، تهذيب الأسماء:۱۲۴]

'شغب و بدا' کہاں واقع ہے؟ اس کے بارے مؤرخین کی معروف رائے یہی ہے کہ یہ مقام سرزمین حجاز کی آخری اور فلسطین کی ابتدائی زمین پر تھا اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔ ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

"قال: وأخبرنا الحسين بن المتوكل العسقلاني قال: رأيت قبر الزهري بأدامي وهي خلف شغب وبدا وهي أول عمل فلسطين وآخر عمل الحجاز وبها ضيعة الزهري الذي كان فيها." [الطبقات الكبرى:۱۸۶/۱، تاريخ دمشق:۳۸۱/۵۵، سير أعلام النبلاء:۳۴۹/۵؛ وفيات الأعيان: ۱۷۸/۴؛ تهذيب الكمال:۴۴۲/۲۶]

پس ابن شہاب زہری رحمہ اللہ اور ابراہیم بن سعد دونوں مدینہ ہی میں تھے نہ کہ ایک 'ایلۃ' میں اور دوسرے مدینہ میں جیسا کہ شہزاد سلیم صاحب کا خیال ہے۔

❹ شہزاد سلیم صاحب نے چوتھا اعتراض یہ وارد کیا ہے کہ ابن حزم رحمہ اللہ کے بقول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک لاکھوں مصاحف سلطنت عثمانیہ میں پھیل چکے تھے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر چہ اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ایسا کہا ہے تو کیا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ قراءات کے اختلافات کے قائل نہیں تھے؟ جیسا کہ انور عباسی صاحب اپنے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ یہ ہے کہ ابن حزم رحمہ اللہ قراءات کے اختلافات کے قائل تھے انہوں نے امام کسائی رحمہ اللہ کی روایت کو قراءات ثابتہ میں شمار کیا ہے اور اس سے استدلال بھی کیا ہے۔ [المحلی : ۵/۱۰۷' دار الفکر] اسی طرح وہ قرآن کی تعریف میں متواتر قراءات کو بھی شامل مانتے ہیں۔ [الإحكام في أصول الأحكام' القاعدة الثانية' القسم الأول' الأصل الأول في تحقيق معنى الكتاب] امام ابن حزم رحمہ اللہ کا نقطہ نظر اصل میں یہ ہے کہ جمیع قراءات متواترہ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں اور ان کے مطابق مصاحف بلاد اسلامیہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے پہلے ہی پھیل چکے تھے اور جو اختلاف قراءات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مابعد کے زمانوں میں سامنے آیا تو وہ بعض روافض کی شرارت ہے جنہوں نے متواتر قراءات کے منہج پر نئی نئی قراءات وضع کرنی شروع کر دی تھیں۔ یہ امام صاحب کا کل موقف ہے کہ جس کے ایک حصے کا پیوند جناب شہزاد سلیم صاحب نے اپنی تحقیق میں لگایا ہے اور پھر وہاں سے انور عباسی صاحب نے نقل کر لیا ہے۔ امام صاحب کا یہ موقف بہت طویل ہے اور اس کا اردو ترجمہ ماہنامہ 'رُشد' میں شائع ہو چکا ہے۔ جہاں سے ان کی بات کا آغاز ہوتا ہے' ہم وہاں سے کچھ حصہ نقل کر دیتے ہیں جس میں قطعی طور پر انہوں نے قرآن کی جمیع قراءات کو ثابت قرار دیا ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں:

"أما قولهم: إننا مختلفون في قراءة كتابنا فبعضنا يزيد حروفا وبعضنا يسقطها فليس هذا اختلافا بل هو اتفاق منا صحيح، لأن تلك الحروف وتلك القراءات كلها مبلغ بنقل الكواف إلى رسول الله ﷺ أنها نزلت عليه فأي تلك القراءات قرأنا فهي صحيحة وهي محصورة كلها مضبوطة معلومة لا زيادة فيها ولا نقص." [الفصل في الملل:۲/۶۴']

❺ پانچویں اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نسخے بھجوانے کا ہی کام تو کیا گیا ہے لیکن بھیجنے سے پہلے سرکاری نسخہ تیار کیا گیا ہے اور پھر اس کی کاپیاں مختلف بلاد اسلامیہ میں بھجوا کر لوگوں کو اس سرکاری مصحف کے مطابق قراءت کا پابند کیا گیا ہے۔ جمع عثمانی سے پہلے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے پاس ذاتی مصاحف تھے' اس سے تو انکار نہیں ہے لیکن ان مصاحف میں ایسی قراءات بھی موجود تھیں جو عرضۂ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی تھیں یا آپ ﷺ کے بعض تفسیری نکات کو بھی بعض صحابہ قرآن سمجھ کر تلاوت کر رہے تھے یا بعض روافض نے بعض موضوع قراءات اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب کرنا شروع کر دی تھیں لہٰذا ان مصاحف کی درستگی بھی وقت کی ایک اہم ضرورت تھی اور اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا سرکاری نسخہ جاری فرمایا کہ جس میں منسوخ قراءات اور تفسیری نکات کے علاوہ مروی صحیح قراءات کو رسم میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کسی اسلامی ملک میں کثرت سے قرآن شائع ہو رہے ہوں اور مختلف کمپنیوں نے جو قرآن شائع کیے ہوں' ان میں طباعت کی غلطیاں ہوں یا رسم کے اختلافات ہوں تو اسلامی مملکت اگر سرکاری نسخہ تیار کر کے لوگوں کو اس کے مطابق قراءت کا پابند کرے تو اس میں غلطی یا ناممکن ہونے کا کیا پہلو نکلتا ہے۔ ایسا تو ۱۴ صدیوں بعد آج بھی ہو رہا ہے۔ سعودی عرب اور مصر میں طبع شدہ مصاحف میں اغلاط کی کثرت کی وجہ سے پرائیویٹ کمپنیوں اور اداروں پر مصحف شائع کرنے کی پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

❻ جناب شہزاد سلیم صاحب کو تعجب اس بات پر ہو رہا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قریشی نہیں تھے لیکن پھر بھی ان پر قریش کی زبان میں قرآن لکھنے کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ اردو اور انگریزی مصادر سے استفادہ کے نتیجے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وجود میں آنے والے معاصر محققین پر نقد اس لحاظ سے بھی بہت مشکل ہو جاتی ہے کہ ناقد کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ ان کی کس کس چیز کی اصلاح کرے۔ اگر کوئی صاحب علم غلطی کرے تو اس کی اصلاح کرنا بہت آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ اس فن کے بنیادی مقدمات سے واقف ہوتا ہے۔ جب کسی محقق صاحب کو کسی فن کی الف باء کا ہی علم نہ ہو تو اس کی اصلاح کرنا ایک بڑا ہی صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جمع عثمانی میں صرف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دو وجوہات سے دیا گیا تھا ایک تو وہ کاتب رسول ﷺ تھے۔ [صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب كاتب النبي ﷺ] اور دوسرا وہ اہل عرب میں کتابت میں سب سے زیادہ ماہر تھے۔ لہٰذا کتابت کی ذمہ داری حضرت زید رضی اللہ عنہ پر تھی اور انہیں املاء حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کرواتے تھے کیوں کہ وہ أفصح اللسان تھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن سے پہلے لوگوں سے سوال کیا:

"أي الناس أفصح؟ قالوا: سعيد بن العاص، ثم قال: أي الناس أكتب؟ قالوا: زيد بن ثابت. قال: فليكتب زيد واليملل سعيد." [كتاب المصاحف، باب جمع عثمان المصاحف]

اب کتابت اور املاء میں فرق تو آنجناب کے ہاں ضرور واضح ہوگا۔ قرآن لکھنا کیسے ہے؟ یہ تو قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم نے طے کرنا تھا لیکن لکھنا کس نے ہے؟ یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ دور کیوں جاتے ہیں ہم بھی تو اپنی ہدایات کے مطابق آخر بینرز، اشتہارات، کتبے اور بل بورڈز وغیرہ لکھواتے ہی ہیں تو کیا ہمارے اور کاتب کے مابین کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لیکن یہ واضح رہے کہ ہمارے کاتب عموماً جہلاء ہوتے ہیں لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب ہونے کے ساتھ ماہر قاری قرآن اور عالم بھی تھے۔

دوسرا اعتراض جناب شہزاد سلیم صاحب نے یہ کیا ہے کہ قرآن، اسی نسخہ سے نقل کیا جانا تھا جو پہلے سے موجود تھا تو فرق یا اختلاف پیدا ہی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ وہ تو لکھا ہی قریش کی زبان میں گیا تھا جو خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی نے لکھا تھا اور پھر کوئی کمیٹی بنانے کی ضرورت کس طرح پیش آ گئی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تصحیح کی جا سکے کیونکہ اصل نسخہ بھی تو ان ہی کا لکھا ہوا تھا اور اب تو وہ محض اس کی صرف نقل کر رہے تھے۔

اس کے بارے ہماری عرض یہ ہے کہ جمع عثمانی میں کتابت کا کام ایک مستقل کام تھا، یہ جمع ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نقل نہیں تھی بلکہ اس سے مراجعت تھی۔ اسی لیے ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جب قرآن لکھ کر فارغ ہو گئے تو انہوں نے اس کی مراجعت فرمائی اور اس میں سورۃ اَحزاب کی آیت مبارکہ ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ﴾ [الأحزاب:٢٣] غائب پائی تو مہاجرین اور انصار میں تلاش کے بعد خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس مل گئی۔ اب دوسری دفعہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس مصحف کی مراجعت فرمائی تو سورہ توبہ کی آخری دو آیات ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ [التوبة:١٢٨] کے بارے انہیں احساس ہوا کہ وہ بھی غائب ہیں۔ اب ان کی تلاش شروع ہوئی تو یہ آیات ایک اور انصاری صحابی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملی۔ اب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تیسری مرتبہ مراجعت فرمائی تو انہیں یہ احساس ہوا کہ اب کوئی آیت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحف ابی بکر منگوائے اور جمع ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مصحف کی مراجعت فرمائی گئی تو دونوں میں کہیں بھی کوئی اختلاف نہ تھا۔ [مقدمة تفسير طبري:١/٦٠، ٦١] صحیح بخاری کی روایت اجمالی ہے اور درحقیقت اس چوتھی مراجعت کو مجازاً 'نسخ' کے الفاظ سے بیان کر رہی ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لیے رشد کے اسی شمارہ میں قاری فہد اللہ صاحب کے مضمون بعنوان "جمع عثمانی روایات کے تناظر میں" کا مطالعہ فرمائیں۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ جس شخص کو عربی کے دو لفظ صحیح طرح سے نہ پڑھنے آتے ہوں، یا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ علوم اسلامیہ کی الف باء سے بھی واقف نہ ہو سوائے چند ترجمہ شدہ کتابوں اور انگلش آرٹیکلز سے استفادہ کے' اسے قرآن جیسے نازک موضوع پر گفتگو کرنے سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جس میں ایسے جہلاء پیدا ہوں گے جنہیں دینی علوم میں تو رسوخ نہ ہو گا لیکن اپنی معاشرتی حیثیت (social status) کی وجہ سے لوگوں میں نمایاں ہوں گے۔ یہ جہلاء بغیر علم کے تحقیق کریں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ آپ ﷺ کے الفاظ ہیں:

«اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا' فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ' فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا» . [صحیح البخاری:۱۰۰]

''لوگ جہلا کو اپنا بڑا بنالیں گے اور ان جاہلوں سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے جاری کریں گے۔ پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

آخر میں ہم پھر وہی سوالات دہرائیں گے جو ہر منکر قراءت پر ایک قرض ہیں اور ہر منکر قراءت ان کا جواب دینے سے بدکتا ہے۔ اور جب تک قراءات پر ناقدانہ تحقیقی مضمون میں ان سوالات کا جواب نہیں آجاتا اس وقت تک اس مضمون کو تحقیقی کہنا تحقیق کی توہین ہے کیونکہ بنیادی مسئلہ تو وہیں کا وہیں موجود ہے۔ سوالات یہ ہیں کہ

کیا کروڑوں مسلمانوں کے پڑھنے سے بھی کوئی چیز مثلاً روایت ورش قرآن ثابت نہیں ہوتی؟ اگر نہیں تو روایت حفص کیا صرف اس بنیاد پر قرآن ثابت ہو جاتی ہے کہ اسے کروڑوں مسلمان پڑھتے ہیں؟

کیا کروڑوں مسلمان غلط قرآن پڑھ سکتے ہیں؟ اگر ہاں! تو ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر:۹] کے کیا معنی ہوئے؟

صدیوں سے قرآنی مصاحف مختلف قراءات کے مطابق لکھے جا رہے ہیں اور اب تو پہلی اور دوسری صدی ہجری کے بھی بعض مصاحف ملے ہیں کہ جن میں مختلف قراءات کے مطابق رسم موجود ہے' اس موضوع پر رشد کے اسی شمارے میں میرے مضمون 'قدیم مصاحف قرآنیہ' کا مطالعہ فرمائیں۔ کیا چودہ صدیوں میں غیر قرآن کو مسلمان بطور قرآن لکھتے رہے' شائع کرتے رہے' نماز اور غیر نماز میں پڑھتے رہے' اپنے بچوں کو حفظ کرواتے رہے' اس کے مطابق تفسیر مثلاً کشاف اور جلالین وغیرہ کے نسخے شائع ہوتے رہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے کوئی اقدام نہ فرمایا؟

کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ صرف ۱۲۴ر سال کے لیے لیا تھا اور ابن شہاب زہری رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۴ھ) کے بعد قرآن غیر محفوظ ہو گیا تھا؟

قرآن کے بطور قرآن ثابت ہونے کا معیار کیا ہے؟ کیا قرآن (روایت حفص) کے بطور قرآن ثابت ہونے کے معیار پر روایت ورش' روایت قالون اور روایت دوری پوری نہیں اترتیں؟

کیا قاری کی تعلیم کے بغیر لکھے ہوئے قرآن کو پڑھنے میں دو بندوں کا اتفاق ممکن ہے؟ اگر نہیں تو قرآن میں اصل نقل ہوئی یا کتابت؟ اگر نقل ہے تو پھر قراء پر قرآن (روایت حفص) کے معاملے میں اعتماد اور قراءات کے قبول کرنے میں عدم اعتماد کا دوہرا معیار کیوں؟

کیا قراءات اپنے ثبوت کے لیے سبعہ اَحرف کی حدیث کی محتاج ہیں؟ اگر نہیں تو صرف سبعہ اَحرف کے معنی و مفہوم متعین نہ ہونے کی بنا پر قراءات کا انکار کیوں؟ اور قرآن کی کسی آیت کے معنی و مفہوم میں مسلمانوں کا اتفاق نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتو اس کا انکار کیوں نہیں کیا جاتا؟

کیا ہمارے تمام مفسرین قرآن سے جاہل تھے جو قراءات کو بطور قرآن تفاسیر میں نقل کرتے رہے؟ (تفصیل کے لیے دیکھیے شمارہ ہذا ص ۲۲ پر قاری عمر فاروقی کا مضمون 'احادیث مبارکہ میں روایت حفص کے علاوہ دیگر متواتر روایات)

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل الحدیث اور اہل الظاہر سب قراءات کے قائل ہیں تو ان کے علاوہ اُمت رہ کیا جاتی ہے جو قراءات کی قائل نہیں ہے؟

کیا اللہ تعالیٰ نے 'فتنہ عجم' کو امت مسلمہ میں اتنا عام کر دیا کہ کیا خواص اور کیا عوام، سب ہی اسے چودہ صدیوں سے قرآن سمجھ کر پڑھ رہے ہیں؟

کیا مراکش، لیبیا، تیونس، الجزائر، موریطانیہ، سوڈان، صومالیہ، یمن، مغربی ممالک اور براعظم افریقہ کے کروڑوں مسلمان اُمت مسلمہ میں شامل نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو وہ تو اس قرآن (روایت حفص) کی تلاوت نہیں کرتے؟ بلکہ قراءات (روایت ورش، قالون اور دوری) کی تلاوت کرتے ہیں۔

کیا عالم عرب وعجم کے تمام معروف قراء کی مختلف 'قراءات' میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹس مشرق ومغرب میں عام نہیں ہیں؟ کیا عامۃ الناس ان قراءات کو نہیں سنتے؟ کیا رمضان کے مہینے میں حرم مدنی میں لاکھوں افراد مختلف قراءات میں قرآن نہیں سنتے؟

کیا سعودیہ، مراکش، لیبیا، سوڈان، موریطانیہ، الجزائر، تیونس اور افریقہ وغیرہ کی مسلمان حکومتوں نے اپنی سرپرستی میں لاکھوں مصاحف قراءات میں شائع نہیں کروائے؟

کیا عالم اِسلام کا دنیا بھر میں قرآن کی طباعت واشاعت کا معتبر ومستند ترین اِدارہ 'مجمع الملك فهد' لاکھوں کی تعداد میں روایت ورش، روایت قالون اور روایت دوری میں مصاحف شائع نہیں کر رہا؟

اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور صدیوں سے ہو رہا ہے اور مسلمانوں میں عامۃ الناس ہی نہیں بلکہ ان کے اَرباب اہل حل وعقد اور اَصحاب علم وفضل بالاتفاق ایسا کر رہے ہیں تو قرآن کی حفاظت کے چہ معنی دارد؟

قراءات کا اِنکار صفاتِ الٰہی کا اِنکار ہے

قراءات کا اِنکار درحقیقت اللہ کی صفات اِنکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جابجا اپنی ذات کو 'شهيد، عليم، خبير، قدير، بصير، مهيمن، مؤمن، عزيز، مقتدر، ملك، لطيف اور قادر وغیرہ جیسی صفات سے متصف کیا ہے۔ اگر اللہ کی ذات علیم و خبیر اور شہید و بصیر ہے تو اس کے علم میں لازماً یہ بات ہونی چاہیے کہ اُمت محمدیہ ﷺ نے اپنی طرف سے قرآن گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ جب اللہ کی صفت علم و شہادت میں یہ بات موجود ہے کہ اُمت مسلمہ نے کتنا بڑا جرم کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کے سلسلے میں ہر صدی میں قراءات کی سینکڑوں کتابوں کے لکھے جانے اور ہر سال ہزاروں قاریوں کی پیدائش کے سلسلہ کو روکنے کے لیے اب تک کیا کیا ہے؟ کیا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ چودہ صدیوں سے ان قاریوں کے آگے اتنے بے بس رہے ہیں کہ اس کا فیصلہ نہ کر سکے کہ قاری اس کی طرف قرآن گھڑ کر منسوب کرنا چھوڑ دیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی صفات میں سے ایک صفت 'مھیمن' بھی ہے یعنی وہ اپنی مخلوق اور اپنے بھیجے ہوئے دین کا نگران بھی ہے۔ اگر چودہ صدیوں سے مدارس میں کروڑوں مسلمانوں نے قراءات پڑھی یا پڑھائی ہیں یا لاکھوں مصاحف مختلف قراءات میں شائع ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں یا بیسیوں مسلمان ممالک میں قراءات کو عوامی مقبولیت اور تلقی بالقبول حاصل ہے تو پھر بھی یہ دعویٰ کرنا کہ یہ قراءات' قرآن کے نام پر جھوٹ ہے' کیا اللہ کی صفت 'مھیمن' کا انکار نہیں ہے؟ مروّجہ قراءات کا اِنکار کیا اس بات کا اقرار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ! اپنی آخری کتاب کی حفاظت میں قاریوں کے مقابلے میں مجبور ہیں۔ یعنی اللہ کے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے نام پر قرآن گھڑا گیا اور اُمت میں عام بھی ہو گیا اور چند ایک لوگوں کے سوا اُمت کے خاص و عام نے اسے قبول بھی کر لیا۔ کیا عجیب تماشا ہے؟ اور اس فکر کی ندرت پر ذرا غور کریں۔

اسی طرح قراءات کا اِنکار اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کا بھی اِنکار ہے۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِينَ﴾ [الحاقہ: ۴۴، ۴۷]

"اور اے نبی ﷺ! اگر آپ بعض اقوال گھڑ کر ہماری طرف (بطور قرآن) منسوب کر دیتے تو ہم آپ ﷺ کا داہنا ہاتھ پکڑتے اور پھر ہم آپ کی شاہ رگ کاٹ دیتے اور پھر تم (مشرکین) میں سے کوئی ایک بھی آپ کو ہم سے بچانے والا نہ ہوتا"

اللہ کے رسول ﷺ کہ جن پر قرآن نازل ہو رہا تھا' ان کے بارے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ بفرض محال اگر وہ بھی قرآن گھڑ کر ہماری طرف منسوب کریں تو ہم ان کو بھی جان سے مار ڈالیں گے اور اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہو گا تو قاریوں کی کیا مجال ہے کہ وہ قراءات کے نام پر قرآن گھڑیں اور اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں۔ بلکہ یہاں تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے جو لوگ قراءات کو مانتے ہیں اور منکرین قراءات کے بقول اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے گھر یعنی حرمین شریفین کی امامت نصیب فرماتے ہیں۔ پچھلی چودھوی صدیوں کی طرح آج بھی ائمہ حرم ایک سے قراءاتِ سبعہ عشرہ کے قائل ہیں اور ان میں بعض ایک تو حرمین میں ہی نمازوں میں ان قراءات کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ نقل کفر کفر نہ باشد! منکرین قراءات اپنے خدا کی بے بسی کا ذرا اندازہ تو لگائیں کہ ان کے خدا کے گھر میں ان قاریوں کو امامت حاصل ہے جو ان کے بقول قرآن گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں اور نہ صرف منسوب کر رہے ہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں اپنی مہریں لگا کر ان قراءات کو 'مجمع ملك الفهد' کی زیر سرپرستی قرآنی مصاحف کے نام پر شائع بھی کر رہے ہیں اور مسجد نبوی میں ان قرائات میں نماز بھی پڑھا رہے ہیں۔ فیا للعجب!

اللہ تعالیٰ ان قاریوں کی شاہ رگ کاٹنے کی بجائے اُمت مسلمہ میں ان کی عزت واحترام میں اِضافہ فرمائیں' اُمت کے بچوں کا اُستاذ' ان کی نمازوں کا امام اور اسلامی معاشروں کا مقتدا بنائیں۔ کیا معاذ اللہ! اللہ کی صفت قدرت میں کمی واقع ہو گئی جو وہ قاریوں سے بدلہ لینے سے قاصر آ گئے ہیں؟

اسی طرح اللہ کی بقیہ صفات کو بھی لے لیں اور ان پر غور کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قراءات کا اِنکار در اصل اللہ کی صفات کا اِنکار ہے اور ایک ایسے خدا کو ماننا ہے جو اس دنیا سے بے نیاز اور بے خبر اندھی بہری ایک مجرد ہستی کا نام ہے جس میں فلاسفہ کے بقول کسی مثبت صفت کا وجود نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ